بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

119: امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی۔

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابوالعباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم اس کتاب کے آخری چند جملوں پر پہنچے ہیں، ہم بات کر رہے ہیں اہل سنت والجماعت کے عملی طریقے پر جس میں بہت سارے اصول شامل ہیں عقیدے کے اور سنت کے، اور ہم پہنچے تھے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اس جملے پر:

"قَوْلُهُ" (یعنی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان)، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لكن لما أخبر النبي صلى الله عليه وسلم: أَنَّ أُمَّتَهُ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلا وَاحِدَةً، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ" (جب اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جو ہے تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی، سارے کے سارے فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے اور یہ فرقہ جو ہے الجماعۃ ہے (یعنی جماعت))۔

اس حدیث کو روایت کیا امام احمد نے مسند میں، ابو داود نے، ابن ماجہ نے، ابن أبي عاصم نے السنۃ میں، امام آجری نے الشریعۃ میں، اور امام اللالکائی نے شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة میں، اور امام حاکم نے بھی مستدرک میں اسے روایت کیا ہے، اور یہ معروف حدیث ہے سیدنا معاویہ بن أبي سفیان (رضی اللہ عنہما) اس حدیث کے روای ہیں اور یہ حدیث صحیح حدیث ہے، اگرچہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث جو ہے ضعیف ہے لیکن جو محققین علماء ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح حدیث ہے، اگر آپ نے مزید اس کی تفصیل دیکھنی ہے تو السلسلة الصحيحة علامہ البانی رحمہ اللہ کی جو معروف تصنیف ہے اس میں آپ دیکھ سکتے ہیں اس کی تفصیل اور انہوں نے اس کے جو مختلف طرق ہیں ان کو بھی بیان کیا ہے اور ہر طرق پر الگ الگ سے حکم لگایا ہے، اور جو آخری حکم دیا ہے اس حدیث پر: "یہ حدیث صحیح ہے"۔

دوسری طرف اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ بعض علماء کا یہ قول موجود ہے لیکن جو محققین علماء ہیں جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور علامہ البانی رحمہ اللہ دور حاضر میں اُن کے نزدیک یہ حدیث صحیح حدیث ہے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ حدیث ضعیف ہے تو اگر واقع کو دیکھ لیں کیا واقع میں امت میں فرقے موجود ہیں کہ نہیں؟ اور واقع کو اور حقیقت کو

کوئی جھٹلا نہیں سکتا تو واقعی اگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور میں فرقے موجود رہے ہیں یعنی بہترین جو زمانہ تھا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ اور صحابہ کرام کا زمانہ اس وقت بھی یہ فرقے موجود تھے۔

قدریہ کا فرقہ جو ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے صحیح مسلم کی پہلی حدیث میں دیکھیں آپ تو قدریہ کے فرقے کا ذکر ہے، جہمیہ کا جہم بن صفوان جو ہے وہ بھی اُس بہترین زمانے میں موجود ہوا کرتا تھا، اور پھر مختلف فرقے جو نکلے ہیں یہ سارے کے سارے فرقے جو ہیں آہستہ آہستہ بڑھتے گئے ہیں۔

تو اس حدیث کے تعلق سے دو طرف کی بات کی گئی ہے:

1-ایک تو حدیث کی صحت کے تعلق سے کہ صحیح ہے یا نہیں؟ جیسے میں نے عرض کیا ہے جو محققین علماء کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور واقع بھی اس کی گواہی دیتا ہے آج امت میں فرقے موجود ہیں کیا یہ فرقے جو ہیں سارے کے سارے جنت میں جائیں گے یعنی نافرمان بھی ہیں فرمانبردار بھی ہیں؟ تو ناممکن ہے یہ!

اور اکثریت ہم دیکھتے ہیں اکثر فرقے جو ہیں وہ گمراہ فرقے ہیں، اکثریت جو مسلمانوں کی ہے آج جو فرقے موجود ہیں وہ گمراہ فرقے ہیں اور بہت کم تعداد اور ایک ہی فرقہ جو ہے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے اور دیگر احادیث میں بھی آیا ہے کہ صرف ایک فرقہ ہے جو نجات پائے گا اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے جسے فرقة الناجية بھی کہتے ہیں اور طائفۃ المنصورۃ بھی کہتے ہیں جیسا کہ دوسری احادیث میں آیا ہے۔ تو صحت کے اعتبار سے حدیث صحت ہے۔

2-دوسری بات جو اس حدیث کے تعلق سے کی گئی ہے کہ کیا "تہتّر" جو لفظ جو آیا ہے اس سے تہتّر مراد ہے یا کثرت مراد ہے؟ اس میں بھی علماء کے دو اقوال ہیں، بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اس میں تہتّر ہی فرقے ہیں اور جو بہتّر جہنمی فرقے ہیں پھر اُن کو انہوں نے پانچ بڑے فرقوں میں تقسیم کیا ہے پھر پانچ میں سے مختلف فرقے نکالے ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ جو تخصیص کر دیا گیا ہے اس نمبر کو کہ پانچ بڑے فرقے ہیں پھر اُن کے اَنڈر (Under) بہت سارے فرقے ہیں اور اُن کو ستّر تک پہنچایا ہے تو اس میں کچھ ایسے فرقے جو ہیں یعنی صرف ایک چیز کے اختلاف کی وجہ سے الگ فرقہ بنا دیا گیا ہے جبکہ وہ فرقہ ایک ہی تھا۔

تو صحیح قول یہ ہے کہ بہت کثرت سے تعداد اس سے مراد ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ فرقے جو ہیں اتنے نمبر کے ہوں لیکن جو واضح بات ہے اس میں یہ ہے کہ بہت سارے فرقے جو ہیں وہ جہنم میں جائیں گے اور صرف ایک فرقہ ہی جنت میں جائے گا۔

اور اس حدیث کے تعلق سے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امت سے مراد امتِ اِجابت ہے کیونکہ جو امت ہے وہ دو قسم کی ہے اُمۃ الدعوۃ، اور اُمۃ الاجابۃ؛ "اُمۃ الدعوۃ" جو ہے یہ وہ امت ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا گیا ہے تمام اِنس اور جِن کے لیے جس میں (اُمۃ الدعوۃ میں) مشرکین بھی شامل ہیں، اُس میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں اور وہ سب شامل ہیں جن کو دعوت دی گئی ہے، لیکن "اُمۃ الاجابۃ" صرف وہ ہے جنہوں نے اِجابت کی ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا ہے۔

اور جو یہود و نصاریٰ ہیں جو اُمۃ الدعوۃ میں داخل ہیں وہ بھی فرقوں میں بٹے ہوئے تھے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "یہودیوں کے اکہتّر فرقے بنے، نصاریٰ کے بہتّر فرقے بنے، اور میری امت کے تہتّر فرقے بنیں گے"، اور جو تہتّر فرقے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں کیا ہے یہ سارے کے سارے اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): "سارے کے سارے جہنم میں سوائے ایک فرقے کے"، اور اس سے لازمی نہیں ہے کہ سارے کے سارے فرقے جو ہیں جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے "الخلود في النار" اس سے لازم نہیں آتا، معنی یہ ہے کہ ایسے عمل کریں گے یہ جو گمراہ فرقے والے ہیں جن سے جہنم کا عذاب اُن کے لیے مستحق ہو جائے گا اور جہنم کا عذاب اُن کو ملے گا۔

یعنی جیسا کہ کبیرہ گناہ کرنے والے مسلمان ہوتے ہیں جو اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتے اور اسی گناہ پر اُن کی وفات ہو جاتی ہے تو ایسے لوگ جو ہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اُن کا معاملہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے عدل و انصاف سے اُن کو سزا دے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے فضل و کرم سے اُن کو معاف کر دے۔

اور اُن میں سے جو کفریہ عقائد رکھتے ہیں وہ تو پہلے سے اِن فرقوں میں سے نکل گئے ہیں (جو کفریہ عقائد رکھتے ہیں جن کا کفر ثابت ہو جائے حجت قائم ہونے کے بعد تو وہ تو نکل جاتے ہیں) لیکن باقی جو گمراہ فرقے بچتے ہیں جو بدعتی ہیں نا کہ کافر ہیں وہ تو جہنم سے نکال دیئے جائیں گے، اور جن کا کفر ثابت ہو گیا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں عذاب اُن کو ملتا رہے گا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کیا یہ تہتّر فرقے جو ہیں یہ مکمل ہو چکے ہیں یا ابھی مکمل ہونے والے ہیں؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اکثر لوگ جنہوں نے اس حدیث پر بات کی ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ فرقے مکمل ہو چکے ہیں گزر چکے ہیں، اور اہل بدعت کی پانچ بڑی قسمیں بیان کرتے ہیں پھر ان پانچ قسموں میں جو اصول ہیں اُن میں سے فروع اس فرقے سے

نکالتے ہیں کہ مختلف فرقے نکلیں ہیں یہاں تک کہ انہوں نے بہتّر فرقے تک پہنچادیا ہے اور ایک فرقہ باقی اہل سنت والجماعت کا فرقہ جو ہے وہ الگ سے بیان کیا ہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان فرقوں کے تعلق سے ابہام بیان کیا ہے تفصیل بیان نہیں کی نہ ہی اِن فرقوں کے نام بتائے ہیں، اور ہمیں بھی کوئی حاجت نہیں ہے اور ضرورت نہیں ہے کہ ہم ان فرقوں کی مختلف تقسیم کریں اور پھر ان کو پانچ بڑے حصوں میں تقسیم کریں پھر ان اصولوں کو فروع میں بھی تقسیم کریں تاکہ یہ نمبر پورا ہو جائے یہاں تک کہ ہم بعض جو فرع ہیں ایک الگ سے فرقہ بنادیں جبکہ ایک فرع میں اپنے اسی فرقے سے اختلاف رکھتا تھا ایک فروعی مسئلے میں تو اس طریقے سے الگ سے فرقہ تو نہیں بنے گا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے اور اولیٰ بات ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ فرقے جو ہیں ہم نہیں جانتے (یعنی جیسے ان پانچ اصولوں میں اور اس کے جو ماتحت ہیں پھر اصول بنائے ہیں یا اس کے فروع بنائے ہیں) لیکن ہم یقیناً ہم کہتے ہیں کہ بے شک یہ فرقے جو ہیں صراط مستقیم سے خارج ہو چکے ہیں کچھ ایسے فرقے ہیں جو بہت دوری اختیار کر چکے ہیں بہت دور ہو چکے ہیں، اور بعض ایسے فرقے ہیں جو درمیان میں ہیں، اور بعض ایسے فرقے ہیں جو قریب ہیں لیکن راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں اور ان کے حصر کو لازمی نہیں سمجھتے کیونکہ کچھ ایسے فرقے بھی ممکن ہوں گے جو بعد میں نکلیں گے جو اپنی نسبت اسلام کی طرف کریں گے اور علماء نے اُن کو اُن بہتّر میں شمار نہ کیا ہو ان بڑے پانچ اصولوں میں ان کو شامل نہ کیا ہو جیسا کہ آج واقع میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ کچھ ایسے فرقے نکلے ہیں جو اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے ہیں لیکن ان فرقوں میں شامل نہیں ہیں جن کا سابقین علماء نے ذکر کیا ہے۔

بہر حال شیخ صاحب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو یہ خبر دی ہے امۃ الاجابۃ جو ہے یعنی جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں اس لیے امتی کہا جاتا ہے اور نسبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے اس امت کی یعنی جو مسلمان ہیں کہ وہ تہتّر فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے سارے کے سارے گمراہ فرقے ہوں گے اور جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''الْجَمَاعَةُ'' کا لفظ جو ہے یعنی یہ وہ جماعت ہے یہ وہ فرقہ ہے جو حق پر مجتمع ہوئے ہیں جن کا اجتماع حق پر ہوا ہے اور اس میں انہوں نے تفرقے سے کام نہیں لیا۔

اور دوسری حدیث میں آیا ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وفي حديث عنه"(اور ایک حدیث میں اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں)"أنه قال"(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا)"هُمْ مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي"(یہ وہ لوگ ہیں یہ وہ فرقہ ہے جو اس چیز پر ہیں اس کے مثل جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دونوں حدیثوں کا ذکر کرنے کے بعد: "صار المتمسكون بالإسلام المحض الخالص عن الشوب هم أهل السنة والجماعة"(تو وہ مسلمان جو خالص اسلام سے تمسک کرتے ہیں اور لازم پکڑتے ہیں اس خالص اسلام کو جو ہر ملاوٹ سے پاک ہے وہ اہل سنت والجماعت ہی ہیں)۔

یعنی دین اسلام میں بہت ساری چیزیں شامل ہوں گی ملاوٹیں کر دی جائیں گی حق اور باطل کو خلط ملط کر دیا جائے گا اور لوگ اسی خلط ملط کی وجہ سے الگ الگ فرقوں میں بٹ جائیں گے صرف ایک ہی باقی فرقہ رہے گا جو اس ملاوٹ سے پاک ہو گا (یعنی قرآن اور سنت پر قائم رہے گا منہج السلف پر قائم رہے گا صرف ایک ہی فرقہ ہو گا) اور وہ ہے اہل سنت والجماعت۔

اور جس حدیث میں یہ لفظ ہیں "جس پر میں میرے صحابہ ہیں" شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں وہ صحابہ ہیں اور وہی جماعت ہیں جو اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر جمع ہوئے ہیں اور اللہ تعالی کی اس وصیت پر عمل کرتے رہے ہیں اور پابند رہے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ إلي آخر الآية (کہ دین کو قائم کرو اور اس میں فرقے فرقے میں مت بٹو)(الشوریٰ:13)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): تو اللہ تعالی کی اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے فرقے فرقے میں نہیں بٹے بلکہ ایک ہی جماعت میں باقی رہے ہیں۔

اور شیخ الاسلام کا یہ جملہ جو ہے: "صار المتمسكون بالإسلام المحض الخالص عن الشوب هم أهل السنة والجماعة": جملہ "صار" جو ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جواب الشرط ہے نا کہ "لکن لما" جو شروع میں شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے۔

پھر شیخ صاحب سوال کرتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کہ اگر ہم یہ سوال کریں کہ اہل سنت والجماعت کون ہیں؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے:

کہ یہ وہ فرقہ ہے یا یہ وہ لوگ ہیں جو لازم پکڑتے ہیں اور تمسک کرتے ہیں اس خالص اسلام کو جو ہر ملاوٹ سے پاک ہے انہیں کہتے ہیں اہل سنت والجماعت۔

اور یہ جو تعریف ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ أشاعرہ، ماتریدیہ جو ہیں وہ اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہیں (معروف فرقہ جو ہے أشاعرہ اور ماتریدیہ جو ہیں یہ اہل سنت الجماعت میں سے نہیں ہیں) کیونکہ ان کا جو اسلام کے ساتھ تمسک ہے اور جس اسلام پر وہ قائم ہیں اس میں بہت ساری بدعتیں شامل کر دی گئی ہیں وہ صاف اور خالص اور پاک اسلام نہیں ہے جو قرآن اور سنت پر قائم ہے۔

یعنی شیخ صاحب یہ فرمارہے ہیں کہ أشاعرہ، ماتریدیہ جو ہیں ان میں علماء کا اختلاف ہوا ہے کہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں یا نہیں ہیں؟ اور صحیح قول جو ہے اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اسماء وصفات کے باب میں أشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا انہوں نے انکار کیا سوائے سات صفات کے جن کو عقل نے بھی مانا ہے، یعنی صرف اُن صفات پر ایمان ہے اُنکا (اللہ تعالیٰ کی اُن صفات پر) جن کی عقلی دلیل بھی موجود ہے تو انہوں نے یقیناً یہ عقیدہ اپنا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے باب میں جو رکھا ہوا ہے اس کی بنیاد اصل نہیں ہے قرآن اور سنت نہیں ہے بلکہ عقل ہے تو عقل کو مقدم کیا ہے اور عقلی دلیل کی بنیاد پر ہی ان کا ایمان ہے۔

تو کیا اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ اپنے عقائد کی بنیاد عقل کی بنیاد پر رکھتے ہیں یا نقل اور قرآن اور سنت کے اصولوں کی بنیاد پر رکھتے ہیں؟! تو یہ فرق واضح ہے۔

اور اسی طریقے سے ان سے اختلاف کیا صرف ایک مسئلے میں ماتریدیہ جو ہیں انہوں نے کہا "کہ یہ سات نہیں آٹھ صفات ہیں"، اور ایک صفت کو انہوں نے میں شامل کر دیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم تم سے الگ ہو گئے ہیں؛ جبکہ اِن سے پہلے کلابیہ تھے ابن کلاب کا مذہب تھا یہ، پھر أشاعرہ آئے وجود میں، پھر ماتریدیہ آئے، تو اس طریقے سے جو ہے ان کے بارے میں یہ کہنا کہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں یہ بات غلط ہے درست نہیں ہے!

اور اِن میں جبر کا عقیدہ بھی پایا جاتا ہے کہ انسان مجبور ہے (أشاعرہ، ماتریدیہ میں) اور بہت سارے اور بھی اس طریقے سے مسائل ہیں جن میں انہوں نے اہل سنت والجماعت سے دوری اختیار کی ہے اور ہم اصول کی بات کر رہے ہیں ہم فروعی مسئلے کی بات نہیں کر رہے، یہ اصولی عقائد کی اصولی بات ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان جو ہے یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان جو ارکان ایمان میں سے پہلا رکن ہے اس کے تعلق سے اور توحید کی تیسری قسم ہے جو توحید اسماء وصفات ہے، تو اس طریقے کی جو غلطی ہے عقیدے کے اصول میں تو یقیناً اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ أشاعرہ، ماتریدیہ جو ہیں یہ اہل سنت میں سے نہیں ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اور یہی بات صحیح ہے کہ اَشاعرہ، ماتریدیہ جو ہیں اہل سنت میں سے نہیں ہیں کیونکہ اسماوصفات کے باب میں انہوں نے جو عقیدہ رکھا ہے وہ اہل سنت والجمات کے عقیدے جیسا نہیں ہے؛ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ انہیں اہل سنت والجماعت میں سے تصور کیا جائے جبکہ انہوں نے مخالفت کی ہے اہل سنت والجماعت کی؟!

جو مخالفت رکھتا ہو اصول میں اہل سنت والجماعت کی وہ ان میں سے کیسے ہو سکتا ہے؟!

کیونکہ یہ بھی کہا جاتا ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں مزید تفصیل اس معاملے میں) کہ حق جو ہے یا تو پھر اَشاعرہ، ماتریدیہ کے پاس ہے یا حق ان کے پاس ہے جس پر سلف قائم تھے اور جس کی طرف سلف گئے ہیں، اور معلوم یہ ہے کہ حق وہی ہے جس کی طرف سلف گئے ہیں تو حق سلف کے پاس ہے، تو سلف یہاں پر جو صحابہ ہیں اور تابعین ہیں اور "أئمة الهدى من بعدهم" جو ہدایت کے امام ہیں ان کے بعد میں۔ اگر حق سلف کے پاس ہے اور یہ ان کی مخالفت کرتے ہیں تو اس تفصیل کی بنیاد پر شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اَشاعرہ، ماتریدیہ جو ہیں وہ اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہیں۔

پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وفيهم"؛ أي: في أهل السنةوَالْجَمَاعَة۔

"الصِّديقون": ان میں صدیقین بھی ہیں اور جمع صدیق ہے اور صدیق کا لفظ "الصدق" سچائی سے لیا گیا ہے اور یہ صیغۃ المبالغہ ہے (صدیق (سچائی) صدق صیغۃ المبالغہ ہے یعنی بہت ہی زیادہ سچے) اور سچے وہ ہوتے ہیں "وهو الذي جاء بالصدق وصدق به"، جو خود سچ بھی بولتا ہے اور سچ پر یقین بھی رکھتا ہے اور سچ لے کر بھی آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الزمر آیت نمبر 33 میں: ﴿وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳﴾ (اور جو سچ لے کر آیا ہے اور سچ کی تصدیق کی ہے وہی متقین ہیں)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اس میں تین چیزیں ہیں: "فهو صادق في قصده، وصادق في قوله، وصادق في فعله" (اپنی نیت اور قصد میں سچا ہے، اپنے قول میں سچا ہے، اور اپنے فعل میں بھی سچا ہے)۔ اسے کہتے ہیں صدیق:

1- صدق القصد سے مراد یہ ہے نیت کی سچائی سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کے پاس جو ہے "تمام الإخلاص لله تعالىٰ": اخلاص مکمل ہے اور تام ہے ایک طرف، دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع بھی مکمل اور تمام ہے، اور جب یقیناً اخلاص اور متابعت کو یقینی بنایا جائے اور ہر ملاوٹ سے اسے پاک کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ عمل میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے علاوہ کسی اور کی اتباع نہ کرے اپنے عمل

میں، تو نہ اس کے پاس شرک ہے اور نہ ہی بدعت ہے۔ تو ایسا شخص جو ہے اپنی نیت میں سچا ہے جو شرک اور بدعت سے پاک ہے اس کا جو بھی عمل ہے وہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یہ توحید ہے یعنی شرک سے پاک ہے اس کا عمل، اور عمل کا طریقہ جو ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہے اتباع سنت ہے، جس شخص میں دونوں چیزیں شامل ہو جائیں تو وہ اپنی نیت میں سچا ہے (سبحان اللہ)۔

2-"صادق في قوله": سے مراد یہ ہے کہ جب بھی بات کرتا ہے تو سچ ہی کہتا ہے سچ پر قائم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "سچ کو لازم پکڑو کیونکہ سچ رہنمائی کرتا ہے بِرّ کی طرف بھلائی کی طرف اور بھلائی رہنمائی کرتی ہے جنت کی طرف، اور ایک شخص جو ہے وہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ پر قائم رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے صدیق لکھ دیا جاتا ہے"۔

بہت بڑا درجہ ہے میرے بھائی! اور یہ عام بات نہیں ہے سچ پر قائم رہنا، جو سچے لوگ ہوتے ہیں وہ بھلے لوگ ہوتے ہیں اور ہر بھلا کام اُن کے لیے آسان کر دیا جاتا ہے، ہر خیر کے دروازے اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے اور بھلائی اور خیر اُن کی پہچان بن جاتی ہے اُن کے لیے آسانی ہو جاتی ہے، اور ایسے لوگ جو ہیں اُن کو خوشخبری دی گئی ہے کہ وہ لوگ جنتی ہیں کیونکہ ہر بھلائی جو ہے ہر خیر جو ہے وہ جنت کی طرف جاتا ہے تو تمام جنت کے راستے اُن کے لیے آسان کر دیئے گئے ہیں اور وہ اپنے سچ پر قائم رہتا ہے مرتے دم تک یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اُسے صدیق لکھ دیا جاتا ہے یعنی وہ شخص جھوٹ نہیں بول پائے گا۔

اور اِس کے برعکس جو جھوٹ بولتا رہتا ہے تو جھوٹ جو ہے وہ شَر کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور شَر کے راستے جہنم کی طرف لے کر جاتے ہیں اور یہ شخص جو ہے وہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے (جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے) یعنی اسے سچ کی توفیق نہیں ملے گی، یعنی وہ دنیا میں چلتا پھرتا جہنمی شخص ہے چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی جھوٹ بول دیتا ہے اسے پرواہ نہیں ہوتی اور اسے خیر کی توفیق بھی نہیں ہوتی!

اور آپ دیکھ لیں معاشرے میں جو لوگ جھوٹے ہوتے ہیں نا جھوٹ بولتے ہیں جھوٹی خبریں دیتے ہیں اُن کا آپ لائف اسٹائل دیکھ لیں بس خیر پر کبھی نہیں دیکھیں گے آپ اُسے کیونکہ اس کی پہچان ہے یہ! جسے اللہ تعالیٰ کذاب لکھ دے اب اس کو سچ بولنے کی سچ کرنے کی، نیت کی قصد کی سچائی کی توفیق نہیں ہو گی اسے! اُس کے دل میں بھی خرابی ہے، زبان میں بھی خرابی ہے، اس کے عمل میں بھی خرابی ہے۔

اس لیے اپنے دل کا جائزلیں اگرچہ سچ زبان سے بولا جاتا ہے لیکن آپ یہ دیکھیں کہ سچ کا تعلق دل سے بھی ہے، سچ کا تعلق زبان سے بھی ہے، سچ کا تعلق آپ کے عمل سے بھی ہے۔

(یہ جو حدیث میں نے بیان کی ہے یہ متفق علیہ حدیث ہے سچ کو لازم پکڑنے والی)۔

3-پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "صادق في فعله": اپنے فعل میں بھی سچا ہے کہ اس کا فعل اس کے قول کے مخالف نہیں ہے۔

یہ بہت بڑی بات ہے کیونکہ فعل دو طریقے سے ہوتے ہیں، ایک ہے اتباع سنت آپ کی نیت ہوتی ہے کہ میں نے اتباع سنت کرنی ہے اس پر عمل بھی کرتے ہیں یہ تو نیت کہ قصد اس کا سچا ہے اس نے اپنے فعل سے ثابت کیا ہے نیت سچی ہے کیسے ثابت کریں گے آپ؟ عمل سے ہوتا ہے نا۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے شرک نہیں کرنا اور قبر کا طواف کرتا ہے کیا وہ اپنی نیت میں سچا ہے؟ نہیں! کیوں؟ اُس نے عمل سے ثابت کیا ہے کہ اپنی نیت میں جھوٹا ہے مخلص نہیں ہے!

تو انسان اپنے قصد (نیت) کو ثابت کرتا ہے اپنے عمل سے جو موحد ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرتا ہے کیونکہ خلوص دل کا عمل ہے ہمیں کیا پتہ ہے ہم عمل کو دیکھتے ہیں کیا اس نے واقعی اس توحید پر عمل کیا ہے وہ مخلص ہے کہ نہیں؟ تو اس کا عمل ثابت کرے گا مخلص ہے کہ نہیں، باقی دلوں کے حال دلوں کے مسائل جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں اُن سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے ہم عمل کو دیکھتے ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی بزرگ کے لیے کوئی بکرا ذبح کرتا ہے یا کسی مزار پر جا کر مجاوری کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ کے لیے کر رہا ہوں میں مخلص ہوں تو جو زبان سے کہہ رہا ہے وہ عمل سے تو ثابت نہیں کر رہا نا! تو ہم کہیں گے کہ تمہاری نیت غلط ہے یہ شرک ہے جو تم عمل کر رہے ہو؛ ہم سمجھائیں گے اگر وہ مان لیتا ہے تو الحمد للہ۔

اور اکثر لوگ جہالت کا شکار ہیں، اکثر لوگ جو ہیں جہل مرکب کا شکار ہیں اُن کو پتہ نہیں ہے کہ جو کر رہے ہیں وہ شرک ہے! (اِلَّا من رحم اللہ سبحانہ وتعالیٰ)۔

الغرض؛ تو "صادق في فعله" جو دوسرا ہے جس کا تعلق سچ سے ہے فعل ایک تو اتباع سنت میں نے بتایا ہے کیونکہ کچھ لوگ یہ سمجھیں گے کہ صدق النیۃ جو ہے اس کا تعلق اخلاص میں تو ہو گیا ہے تو آپ نے اتباع کو کیسے شامل کر دیا؟!

کیونکہ یہ لازم اور ملزوم ہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ": "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" اخلاص ہے، "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ" اتباع ہے، تو آپ الگ نہیں کر سکتے ان کو ان دونوں کا تعلق قصد صحیح سے ہے سچی نیت سے ہے۔

تو سچا عمل پھر کیا ہو گا "صادق في فعله"؟ کہ اس کا قول اس کے فعل کے مطابق ہے جو وہ کہتا ہے وہ کرتا بھی ہے اور اس طریقے سے وہ منافقین کی مشابہت سے خارج ہو جاتا ہے جو وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔

﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (الصف:2)؛ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ الصف میں، تو ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی اسلام کی طرف نسبت کرتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں مومن ہیں لیکن کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ اور ہیں تو یہ منافقین کی علامت ہے۔

اور پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اور اُس چیز پر تصدیق کرتے ہیں جس پر دلیل قائم ہو جائے کہ یہ قول سچا ہے تو ایسا شخص جو ہے جو صدیق ہے وہ حق کو ردّ نہیں کرتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

تو اب چار چیزیں ہو گئی ہیں نوٹ کر لیں، صدیق کون ہے جس میں یہ چار چیزیں پائی جائیں:

1-نیت میں سچا ہے۔

2-اپنے قول میں سچا ہے۔

3-فعل میں سچا ہے۔

4-اور جب سچی خبر آ جائے ثبوت اُسے مل جائیں بیّنۃ قائم ہو جائے تو اُسے قبول کر لیتا ہے۔

اور پھر جب یہ چار خصلتیں آ جائیں تو پھر ایسا شخص جو ہے وہ کبھی حق کا ردّ نہیں کرے گا اور نہ ہی لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھے گا نہ تحقیر کرے گا دوسرے لوگوں کی، یہ کمال ہے یہ سچا انسان ہوتا ہے۔

یعنی کوئی شخص آپ کے سامنے آ کر کہتا ہے کسی نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے یہ نہیں کیا ہے جبکہ اُس نے ثبوت نہیں پیش کیا جس نے آپ پر جھوٹا الزام لگایا ہے ثبوت اُس کو پیش کرنا چاہیے، نہیں ہے! تو آپ سے پوچھا آپ نے کہا میں نے یہ کام نہیں کیا یہ غلط ہے بہتان ہے، کہتا ہے نہیں! لوگ کہتے ہیں آپ نے کیا ہے، آپ کہتے ہیں اللہ کی قسم! میں نے یہ نہیں کیا ہے۔ثابت ہو گیا نا اللہ کی قسم بھی آ گئی ہے اب نہ ماننے کی کیا وجہ ہے آپ اللہ کی قسم کیوں نہیں مان رہے جبکہ تہمت لگانے والے کے پاس ثبوت بھی نہیں ہے اور اس مسلمان نے قسم بھی کھائی ہے؟

عام سا ادنیٰ سا مسلمان ہے عام سا مسلمان ہے قسم بھی کھائی ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا یا میں نے یہ نہیں کیا ہے اب اُس کی قسم کو نہ ماننا کیا یہ شخص سچا ہو سکتا ہے جو نہیں مان رہا کیا خیال ہے؟ وجہ کیا ہے؟ حق کو ماننا ہے کیونکہ حق کی قسم کھا لی گئی ہے تو بات ختم ہے اِلَّا یہ کہ اُس کا جھوٹ ثابت ہو جائے، ثابت ہو گا دلیل سے بیّنۃ سے۔

تہمت لگانے والے کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے آدمی اپنا دفاع کیسے کرے گا؟ اُس نے کہا نہیں! مان لینا چاہیے اگر اُس کو جانتے ہیں۔

اگر آپ کو نہیں جانتے عام مسلمان ہیں آپ کہتے ہیں کہ وہ تو آپ کی طرف یہ تہمت لگا رہے ہیں تو آپ کیا کہتے ہیں قسم کھاتے ہیں؟ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے نہیں کہا یا میں نے نہیں کی یہ بات؛ معاملہ ختم ہو گیا نا؟

جب اس قسم کو بھی نہیں مانتا تو خلل کہاں پر ہے؟ دل میں خلل ہے۔ کیوں جانتے ہیں؟ کیونکہ حق کو ردّ کر رہا ہے ابھی حق آ گیا ہے اس بندے کے پاس۔ حق کس کے پاس ہے جس نے تہمت لگائی یا قسم کھانے والے کے پاس؟ قسم کھانے والے کے پاس۔

اب حق کو ردّ کرنا اور اُس کی تحقیر کرنا لازم اور ملزوم ہے یہ بات یاد رکھیں۔ جس نے قسم کھائی ہے کیا یہ بندہ سچا ہو سکتا ہے؟

اس لیے چاروں چیزیں لازم اور ملزوم ہیں سچا انسان وہ ہوتا ہے: نیت کا سچا ہو، قول کا سچا ہو، فعل کا سچا ہو، اور اگر سچ ثابت ہو جائے اُس سچ کو قبول بھی کرنا ہے۔ کوئی خبر ہے سچی خبر ہے کیوں نہیں قبول کرتے؟

اب مشرکین کو دیکھیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت لے کر آئے ثبوت لے کر آئے "الدلائل بیّنات واضحات" آیات مختلف پورا قرآن مجید دیکھیں خود قرآن مجید معجزہ ہے کیا مان لیا؟ حق کا ردّ کیا اور تحقیر بھی کی ہے، مذاق بھی اڑایا ہے۔ صحابہ کو دیکھ لیں سلف صالحین کو دیکھ لیں اُن کے مخالفین نے کیا کیا ہے؟

تو حق کو ردّ کرنا اور تحقیر کرنا؛ جب حق کو ردّ کرتے ہیں تو جو حق والا ہے آپ اس کی عزت کر رہے ہوتے ہیں کیا؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!

تو یہ چار چیزیں ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے اس لیے آج یہ پتہ چل گیا ہے کہ سچ اور جھوٹ کا تعلق صرف زبان سے نہیں ہے یہ بہت بڑی بات ہے اور اس کا تعلق زبان سے بھی ہے، دل سے بھی آپ کے ہے، عمل سے بھی آپ کے ہے، آپ کے اخلاق سے بھی ہے۔

تو آپ کی پہچان صرف آپ کی زبان نہیں ہے آپ کی پہچان آپ ہی ہیں، آپ کا دل ہے، آپ کا قول ہے، آپ کا فعل ہے آپ کا کردار ہے، آپ کا اخلاق ہے آپ کے آداب ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "ولهذا كان أبو بكر أوّل من سمي الصديق من هذه الأمة: اس لیے سیدنا ابو بکر صدیق جو ہیں اس امت میں سب سے پہلے صدیق کا لقب حاصل کر چکے ہیں (صدیق کا نام رکھ دیا گیا ہے)۔

اور یہ کب ہوا شیخ صاحب فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسراء کی سیر کرائی گئی اسراء اور معراج کے موقع پر اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ بیت المقدس کی طرف ان کو لے جایا گیا اور پھر آسمان کی طرف بھی لے جایا گیا اسراء اور معراج کے قصے میں تو جو کافر تھے وہ ہنس رہے تھے اور مذاق کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلا رہے تھے اور یہ کہتے تھے کہ کیسے ممکن ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کہ ایک ہی رات میں آپ آسمان کی طرف بھی پہنچے ہیں، بیت المقدس کی طرف بھی پہنچے ہیں ہم تو اگر شام کی طرف جاتے ہیں تو ہمیں کچھ مہینے لگ جاتے ہیں (یعنی کم سے کم ایک مہینہ جانے میں ایک مہینہ آنے میں) اور آپ نے ایک ہی رات میں سارا سفر طے کر دیا ہے؟! تو انہوں نے ایک ذریعہ بنالیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے کا وہ اس انتظار میں تھے۔

اور دیکھیں جو مشرکین اور کفار ہیں مخالفین جو ہیں وہ ہمیشہ تاڑ میں رہتے ہیں کہ کہیں پر کوئی ہم جھوٹ پکڑیں سچے لوگوں کا تو ان کو ایک موقع مل گیا کہ کیونکہ ہم تو بیت المقدس کی طرف جاتے ہیں کیونکہ ﴿رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ﴾ (قریش:2)، سورۃ قریش میں جو ذکر ہے تو سردیوں میں سفر کرتے یمن کی طرف گرمیوں میں سفر کرتے شام کی طرف، شام کی طرف جب سفر کرتے تو بیت المقدس کی طرف جو تاجر تھے مکہ کے تو ان کو مہینہ لگ جاتے تھا جانے میں اور مہینہ آنے میں تقریباً اتنا لمبا سفر تھا، (Distance) فاصلہ بھی بہت دور تھا جب اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح اٹھ کر خبر دی ہے تو ان کے لیے جھٹلانے کا ایک سبب بن گیا اور ذریعہ تھا کہ دیکھیں اب پتہ چلا ہے کہ ہم کہتے تھے یہ جھوٹا ہے، اب دیکھیں جھوٹ پکڑا گیا ہے (نعوذ باللہ)۔ تو جب آئے سیدنا ابو بکر صدیق کے پاس کہ اب کہیں گے دیکھیں ہم لاجواب کر دیں گے، تو کہتے ہیں سیدنا ابو بکر صدیق سے "سُنا ہے آپ کا ساتھی کیا کہتا ہے!"، مذاق اڑاتے ہیں! تو انہوں نے کہا کیا کہا انہوں نے؟ انہوں نے کہا وہ کہتا ہے کہ ایک ہی رات میں سفر بھی کر کے آئے بیت المقدس کا اور پھر آسمانوں کی سیر بھی کر کے پھر واپس بھی آگئے ایک ہی رات میں! تو انہوں نے صرف ایک ہی جواب دیا ہے: "إن كان قال ذلك، فقد صدق" (اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو پھر سچا ہے تو سچ ہی ہے)۔ "إن كان قاله فقد صدَق": یقیناً سچ ہے۔ اس روایت کو حاکم اور مستدرک نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے صحیح حدیث ہے۔

اور اسی دن سے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر کو صدیق کا لقب دیا گیا ہے "وهو أفضل الصديقين من هذه الأمة وغيرها": اور تمام امتوں میں سے (یعنی اس امت میں سے اور تمام سابقہ امتوں میں سے) جو سب سے افضل صدیق ہیں وہ ہیں سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کیوں؟ کیونکہ تمام انبیاء سے افضل ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام امتوں سے افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت، تمام صحابہ سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ،اور تمام صحابہ سے افضل ہیں سیدنا ابو بکر صدیق،اور تمام صدقین سے بہتر ہیں سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یعنی تمام امتوں میں سابقہ امتوں میں بھی جو صدیق تھے سب سے افضل اور بہتر ہیں سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

تو یہ تھا صدیقن کا جملہ۔

"وفيهم الشهداء" شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اب جب 73 فرقے کی حدیث بیان کی ہے شیخ الاسلام نے اور ایک فرقہ جو نجات پانے والا ہے اس کا ذکر کیا ہے اس کی نشانی بتائی ہے کہ وہ جماعت ہے اور جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ قائم ہیں تو منہج السلف پر قائم ہیں اِن میں سے جو اہل سنت والجماعت ہیں جو فرقۃ الناجیۃ ہیں ان میں سے اب صدقین بھی ہیں شہداء بھی ہیں صالحین بھی ہیں (جیسے آگے آئے گا) اب صدیقین کا ذکر ہو چکا ہے اب دیکھیں شہداء کون ہیں "الشهداء"۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ شہداء کون ہیں؟ شہداء جمع شہید ہے "بمعنى: شاهد": "شہید "صیغۃ المبالغہ ہے (بہت ہی زیادہ گواہی دینے والا) "شاہد" (گواہ)۔

شہداء کون ہیں؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں: "قيل: هم العلماء": کہا گیا ہے کہ علماء ہیں کیونکہ عالم جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کی گواہی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حجت قائم کر کے گواہی دیتا ہے، اس لیے عالم جو ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی تبلیغ کرتا ہے جو شریعت اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں اور اس طریقے سے وہ بندوں پر اس حق کی گواہی دے رہا ہوتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں جو دین اسلام کی شریعت ہے؛ تو ایک تو یہ مطلب ہے شہید کا۔

دوسرا مطلب: "وقيل: إن الشهيد من قتل في سبيل الله": شہید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کر دیا جائے یعنی میدان جنگ میں میدان جہاد میں جو اللہ کے راستے میں قتل ہو جاتا ہے دشمن کے ہاتھوں اسے کہتے ہیں شہید (اور یہ معروف معنی ہے)۔

"والصحيح" شیخ صاحب فرماتے ہیں: "أن الآية عامة لهذا وهذا": کہ جو آیت کریمہ ہے عام ہے دونوں کے لیے۔

تو شہید کے لفظ میں علماء بھی شامل ہیں لیکن علماء کون ہیں؟ وہ علماء ہیں جو حق پر قائم ہیں، وہ علماء ہیں جو منہج السلف پر قائم ہیں، جو الفرقۃ الناجیۃ میں سے ہیں جو الطائفۃ المنصورۃ میں سے ہیں جیسے کہ اس طائفۃ کا آگے ذکر آئے گا۔

اوران کی پہچان کیا ہے؟" قال اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بفهم السلف الصالح ": قرآن مجید کی آیت پیش کرتے ہیں دلائل جو ہیں وہ قرآن مجید سے لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں سے لیتے ہیں صحیح احادیث میں سے لیتے ہیں؛ کس کی سمجھ سے؟ اپنی سمجھ سے یا عقل کی بنیاد پر یا ذوق اور کشف اور وجد کی بنیاد پر یا کسی ایک صرف امام کی تقلید کرتے ہوئے؟ ہر گز نہیں! بلکہ صحابہ اور سلف صالحین کی سمجھ کے مطابق قرآن اور سنت کو سمجھتے ہیں اور آگے اس دعوت کو بھی لے کر جاتے ہیں۔ اس طریقے سے جو ہیں شہداء ہیں تو عالم کو بھی شہید کہا جاتا ہے۔

سوال: یہ شہداء جو ہیں صدیقین سے بھی ان کا لیول اوپر ہے؟

جواب: نہیں! لیول یہ ہے جو ترتیب آرہی ہے میں آگے بتاؤں گا ان شاء اللہ کہ صدیقین ہیں، شہداء ہیں، پھر صالحین ہیں، اور صالحین میں صدقین اور شہداء بھی ہیں، تو اس آیت کریمہ میں بھی جیسا کہ آیا ہے الصدیقین کا پہلے ذکر ہے پھر شہداء کا ذکر ہے، اور صدیقین کا درجہ جو ہے بہت بلند درجہ ہے۔

"وفيهم الصالحون" (اوران میں سے صالحین بھی ہیں)، اور صالح جو ہے "ضد الفاسد" (فاسد کی ضد ہے) "وهو الذي قام بحق الله وحق عباده" (اور صالح وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی کرتا ہے)، اور صالح مصلح کے علاوہ ہے۔

ایک صالح ہوتا ہے ایک مصلح ہوتا ہے، اصلاح جو ہے "وصف زائد على الصلاح" ہے۔

سمجھیں ذرا: "صلاح اور اصلاح، صالح اور مصلح":

"صالح": اپنی حد تک ہوتا ہے۔

"مصلح": اس کی جو صلاح ہے بھلائی جو ہے اس کا خیر دوسروں تک پہنچتا ہے۔

"صلاح": اپنی حد تک۔

"اصلاح": دوسروں کی اصلاح۔

"فليس كل صالح مصلحًا": تو کیا ہر صالح مصلح ہوتا ہے؟ نہیں! لیکن ہر مصلح صالح ضرور ہوتا ہے۔

"فإن من الصالحين من همه هم نفسه": کچھ ایسے صالح جو ہیں اچھے بھلے لوگ ہیں لیکن اُن کی جو صلاح ہے جو بھلائی ہے ان کی اپنی حد تک محصور ہے اور دوسروں کے لیے وہ کوئی اہتمام نہیں کرتا۔

"وتمام الصلاح بالإصلاح": قاعدہ ہے "وتمام الصلاح بالإصلاح": اور صلاح ان کی تمام ہوتی ہے اصلاح سے (صحیح اور اچھے اور بھلے لوگ جو ہوتے ہیں)۔

اور صالح وہ شخص ہوتا ہے جو خود بھی صالح ہوتا ہے اور صالح سے مراد اللہ تعالیٰ کے حقوق سب سے پہلے مقدم کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی توحید ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کا حق ادا کرتا ہے اور ارکان ایمان کا حق ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا حق ادا کرتا ہے یہ ہے اصلاح، اور شریعت کے تمام اصولوں پر قائم ہے اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے کبیرہ گناہ کے قریب بھی نہیں جاتا اگر کبیرہ گناہ ہو جاتے ہیں تو توبہ کرتا ہے، صغیرہ گناہ ہو جائیں تو اپنے نیک اعمال سے ان کا کفارہ بھی ہو جاتا ہے اصرار نہیں کرتا صغیرہ گناہوں پر تو یہ صالح ہے۔

اور پھر اس کی یہ صلاح جو ہے اور حقوق العباد میں بھی وہ سب سے آگے ہے، اللہ تعالیٰ کے حقوق شریعت کا پابند ہے اور پھر حقوق العباد کہ والدین کے حقوق ہیں، بیوی بچوں کے حقوق ہیں، اپنے قریبی رشتے داروں کے حقوق ہیں، عام مسلمانوں کے حقوق ہیں ، جانوروں کے حقوق ہیں، غیر مسلموں کے حقوق ہیں، تمام حقوق کی ادائیگی کو اپنا نصب العین بناتا ہے، تو یہ شخص جو ہے صالح شخص ہے اب اس کا جو یہ صلاح ہے وہ دوسروں تک بھی بھی پہنچتا ہے دعوت و تبلیغ کے تعلق سے اپنے رہن سہن کے تعلق سے اور اس دعوت کو آگے پہنچاتا ہے تو یہ شخص جو ہے صالح شخص ہے، اسے کہتے ہیں جو صالح بھی ہو اور اصلاح سے بھی کام لیتا ہو۔

اور اس صالح کی جمع ہے "الصالحون" جیسا کہ قرآن مجید کی آیت میں آیا ہے۔

"ومنهم أعلام الهدى ومصابيح الدجى": أعلام جمع "عَلَم" ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: "أعلام الهدى" (جو رہنمائی کی علامتیں ہیں اور نشانیاں ہیں) "ومصابيح الدجى" (اور ظلمتوں کے جو چراغاں ہیں)۔ کون ہیں یہ؟ علماء (ان میں علماء بھی ہیں)۔

أعلام جمع "عَلَم" ہے اور "عَلَم" کا اصل جو ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ پہاڑ کو کہتے ہیں جو سب سے بڑی نشانی ہوتی ہے رہنمائی کے لیے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 32 میں: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝٣٢﴾ (اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں سے (یعنی آیات خارقۃ اور معجزہ جو ہیں) کہ سمندر میں ﴿الْجَوَارِ﴾ بڑی کشتیاں جو ہوتی ہیں (Ships) جو ہوتے ہیں) ﴿كَالْاَعْلَامِ﴾ پہاڑ جیسی دور سے نظر آتی ہیں)۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: اس أعلام سے مراد پہاڑ ہیں پہاڑ جیسی مثال دی ہے اس آیت کریمہ میں اور پہاڑ کو "عَلَم" اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔

جب کوئی شخص راستہ بھٹک جاتا ہے پہاڑ تو نظر آتا ہے کہ پہاڑ مشرق کی طرف ہے تو پتہ ہے کہ یہ پہاڑ جو ہے مشرق کی طرف علامت بن چکی ہے اگر اسے پتہ نہیں ہے تو، یا فلاں پہاڑ جو ہے فلاں طرف ہے تو سمت کا پتہ چل جاتا ہے اور لوگ ان پہاڑوں سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اپنے سفر کے وقت، اب تو گوگل آگیا ہے اور گوگل لوکیشن آپ بھیج دیں پتہ چل جاتا ہے۔

اُس زمانے میں یہ چیزیں نہیں ہوا کرتی تھیں تو لوگ کیسے پتہ کرتے تھے؟ سورج سے، چاند سے، اور پھر تاروں سے رات کو، دن میں سورج، اور پھر جو پہاڑ وغیرہ ہوتے تھے جو سب سے بڑی علامتیں ہوتی تھیں اس لیے پہاڑ کو "عَلَمٌ" بھی کہا گیا ہے۔

"أعلام الهدى": یہ وہ ہیں جن سے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور یہ علماء ربّانیین ہیں جو خود ہدایت یافتہ ہیں اور لوگوں کی بھی رہنمائی کرتے ہیں اس خیر کی طرف جس پر خود قائم ہیں، اس لیے فرمایا "العلماء الربانيون"۔

ہر عالم ربّانی عالم نہیں ہوتا اس لیے میں نے کہا ہے کہ وہ عالم جو حق پر ہو اور اس کی پہچان ہوتی ہے، کوئی حق پر عالم یہ کہے کہ میں حق پر ہوں میں عالم ہوں اور میری پیروی کرو ایسا کبھی نہیں دیکھیں گے آپ، جو یہ کہتا ہے وہ عالم ہی نہیں ہے؛ اُس کا قول اس کا فعل، اس کی دعوت کا انداز اور اس کی حسن کارکردگی اس کا اخلاق اور اس کے آداب اس کی پہچان ہوتے ہیں حق کو ہمیشہ قبول کرتا ہے اور دوسروں کی تحقیر نہیں کرتا ہے، حق جس کے پاس بھی ہو دلیل قائم ہو گئی ہے حق ہے (الحمد للہ)، اپنی خواہش نفس کو تابع کرتا ہے دلیل کے اور پھر اس کا جو منہج ہے وہ سلف کا منہج ہے اس پر قائم ہے وہ اپنی طرف سے اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں کرتا، ہاں! اگر کہیں پر کوئی اجتہادی مسئلہ آجائے اجتہاد بھی کر لیتا ہے اور اس کا اجتہاد اگر بعد میں غلط بھی ثابت ہوتا ہے تو رجوع کر لیتا ہے جب اُسے علم ہو جاتا ہے۔

دیکھیں مجتہد عالم ہے وہ باطل پر قائم کبھی نہیں رہتا بضد نہیں ہوتا (سبحان اللہ) جب تک معاملہ اس کے لیے واضح نہیں ہو جاتا، ہاں! ابھی کوئی تحقیق کر رہا ہے ریسرچ کر رہا ہے اور حق ابھی اس کو واضح نہیں ہوا ہے اس کے پاس اس کا عذر ہے اگرچہ غلط اجتہاد کیا ہے تو اس کا ایک اُجر تو مل رہا ہے نا اس کو کیونکہ وہ اہل ہے اس کا۔

اور یقینی بات ہے کیونکہ بعض لوگ کہیں گے کہ فلاں عالم سے اتنی بڑی غلطی کیسے ہو گئی؟!

وہ نبی ہے کیا؟! غلطی تو نبی سے نہیں ہوتی نا کیونکہ وحی نازل ہوتی ہے عالم پر کب سے وحی نازل ہونے لگی؟! عالم پر تو وحی نازل کبھی نہیں ہوتی نا۔

تو عالم سے بڑی غلطی کا آپ تصور کر سکتے ہیں بہت بڑی غلطی بھی ہو سکتی ہے لیکن وہ غلطی پر قائم نہیں رہتا، ہمیں نظر آرہا ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے اس کو واضح نہیں ہوا حق لیکن یقینی بات ہے اس کی پوری کارکردگی دیکھ لیں آپ جہاں پر حق ہے فوراً قبول کیا ہے اپنی خواہش نفس کو دبا دیا ہے حق کے تابع کر دیا ہے دلیل کے تابع کر دیا ہے۔

یہاں پر کیوں نہیں کیا کیا خواہش نفس ہے اس کی؟ وہ تو اس کی پہچان ہو چکی ہے۔ تو یہاں پر کیوں؟ واضح نہیں ہوا اب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اللہ نے توفیق دی ہے اس کو یا نہیں دی ہے اس مسئلے میں تو اللہ کی مرضی ہے نا وہ تو کوشش کر رہا ہے، تو ہمارا حسن ظن ہے کہ وہ کوشش کر رہا ہے۔

اس لیے صرف ایک وجہ سے یا ایک مسئلے کی وجہ سے کسی کو اہل سنت والجماعت میں سے خارج نہیں کیا جاتا۔

تو اس کی پہچان کیا ہے؟ اس کا سابقہ ریکارڈ ہے جس پر وہ قائم ہے وہ آپ کی پہچان ہے۔

"وهم مصابيح الدجى": جمع مصباح ہے (مصابیح جمع مصباح ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں) اور مصباح چرغ کو کہتے ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

"الدجى": جمع دجیۃ ہے، دجیۃ کہتے ہیں ظلمت کو اندھیرے کو، تو یہ وہ لوگ ہیں جو اندھیروں میں لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں علم کے نور سے مطلب یہ ہے۔

"أولو المناقب المأثورة، والفضائل المذكورة": مناقب جمع منقبۃ ہے اور یہ مرتبہ ہے جو انسان اپنے شرف سے حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔

اور "الفضائل": جمع فضیلت ہے، یہ خوبصورت صفات اور خصال ہوتی ہیں جن سے انسان جو ہے متصف ہوتا ہے علم، عبادت، زہد، کرم، سخاوت، سچائی وغیرہ جو ہے ان سب سے، اور یہ جو فضائل ہیں یہ مناقب کی طرف ایک سیڑھی ہیں خوبصورت خصلتیں ہوتی ہیں پھر آپ کے منقبت و بلندیٔ درجات کا باعث بنتی ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "وفيهم الأبدال": اور ان میں ابدال بھی ہیں اور ابدال جمع بدل کی ہے، یہ وہ ہیں جو دوسروں سے تمیُّز حاصل کر چکے ہیں علم اور عبادت سے، اور ان کو ابدال اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ جب ان میں سے کوئی ایک شخص مر جاتا ہے اس کے بعد دوسرا اس کے بدل آجاتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے وہ اپنی بُرائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیتے تھے اور دوسروں کے لیے اُسوۂ حسنہ ہوا کرتے تھے جو لوگوں کے بُرے کاموں کو اچھے کاموں کی طرف رہنمائی کر کے اچھا کر دیتے تھے یا ان تمام چیزوں کے لیے۔

توابدال کالفظ جو ہے یہ اہل بدعت بھی استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے اولیاء ہیں جو ابدال ہیں اور پھر اُن کو بہت بڑادرجہ بھی دے دیتے ہیں اور حد سے تجاوز کر لیتے ہیں اور (نعوذ باللہ) ان کے لیے پھر دعا، پکار اور مختلف عبادات بھی صرف کرتے ہیں۔

یہ لفظ جو ہے ابدال کا بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے اور انہوں نے کہا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے۔
شیخ الاسلام نے جو لفظ استعمال کیا ابدال کا وہ یہ ہے جس کی وضاحت شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کر رہے ہیں، شیخ ابن عثیمین وہ عالم جنہوں نے شیخ الاسلام کی بہت ساری کتابیں پڑھی ہیں ان کے علم سے واقف ہیں ان کے منہج پر قائم بھی ہیں کیا جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ابدال کا لفظ اپنی بعض کتابوں میں کیا ہے یہ وہی معنی ہے جو اہل تصوف لیتے ہیں؟! جو شخص جس عالم کے علم سے واقف ہے اور اس کے منہج پر بھی قائم ہے وہ غلط ہو سکتا ہے اور آپ لوگ جو منہج بھی الگ ہے شیخ الاسلام کی مخالفت بھی کرتے ہیں اور پھر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ابدال کا وہی معنی ہے جو آپ لوگ لیتے ہیں کیسے ممکن ہے؟! (سبحان اللہ)۔ توابدال کا وجود ہر گز نہیں ہے وہ جو یہ اہل تصوف والے لیتے ہیں کہ ابدال اگر نہیں ہے توزمین اور آسمان کا خاتمہ ہے، یہ ابدال ہی ہوتے ہیں جو ایک شخص جاتا ہے اس کے بدل دوسرا آجاتا ہے جو آسمان کو اٹھائے ہوئے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے اٹھایا ہوا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ابدال ہیں جو آسمانوں کو اٹھائے ہوئے ہیں اس لیے ان کو ابدال کہا جاتا ہے کہ ان سے خالی زمانہ ہو نہیں سکتا اگر زمانہ خالی ہو جائے تو قیامت قائم ہو جائے گی زمین اور آسمان مل جائیں گے!
یہ باطل معنی ہے اس سے ہر گز یہ مراد نہیں ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ ابدال کا لفظ جو ہے یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو دوسرے سے اپنے علم اور عبادت میں تفوّق حاصل کر چکے ہیں اور تمیُّز حاصل کر چکے ہیں الگ ہیں بالکل یا اپنی جو بُرائیاں ہوتی تھیں ان کو نیکیوں میں بدل دیتے تھے، یا دوسرں کی دعوت اور تبلیغ کے ذریعے ان کی رہنمائی کرتے تھے حق کی طرف خیر کی طرف اور وہ جو گناہگار لوگ تھے ان لوگوں نے اپنے ان گناہوں کو بدل دیا نیکیوں سے اور اچھے کاموں سے اور یہ ساری کی ساری چیزیں بھی ان لوگوں میں موجود ہیں۔
جب آپ کو دعوت دیتے ہیں لوگ آپ کی بات کو مان لیتے ہیں اور اپنی بُرائیوں کو بدل دیتے ہیں یہ بھی اس معنی میں شامل ہو جاتا ہے لیکن کیونکہ لوگوں کے درجات ہوتے ہیں علم میں جو سب سے بلند درجہ رکھتے ہیں اس علم میں دعوت اور تبلیغ میں تو انہیں ابدال کہا جاتا ہے۔

"وفيهم أئمة الدين الذين أجمع المسلمون على هدايتهم": اور ان میں سے دین اسلام کے امام جو ہیں جن پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، امام قدوۃ کو کہتے ہیں جو بہترین نمونہ ہو۔ اور اہل سنت والجماعت میں شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جن پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ہدایت یافتہ ہیں اُن میں سے جیسا کہ امام احمد بن حنبل ہیں، امام شافعی ہیں، امام مالک ہیں، امام ابو حنیفہ ہیں، سفیان الثوری ہیں، امام اوزاعی وغیرہ ہیں، اور پھر زائد امام بخاری، امام مسلم، یہ تمام محدثین جو ہیں دیگر جو علماء معروف ہیں سلف کے زمانے میں اور بعد میں بھی یہ سارے کے سارے جو ہیں وہ ہیں جن کی امامت پر اجماع ہے۔

جیسے ہم کہتے ہیں امام بخاری؛ کوئی پوچھے نا آپ سے کس نے کہا ہے امام ہیں؟ آپ کیوں کہتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے وہ امام ہیں؟ اجماع ہے۔

اور اسی طریقے سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اُن کے بعد میں جو آئے ہیں جو معروف ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور بہت سارے ایسے علماء بھی ہر زمانے میں موجود ہیں جن کی امامت پر اجماع ہے۔

جب اجماع کی بات کرتے ہیں تو اہل سنت کا اجماع اس سے مراد ہے، اہل بدعت تو ان کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں۔

"أئمة الدين" سے مراد شیخ صاحب فرماتے ہیں: ان میں سے جو آئمۃ الضلال ہیں وہ خارج ہو گئے ہیں جو اہل بدعت میں سے ہیں یہ اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ اہل سنت والجماعت کی مخالفت کرنے والے ہیں اگرچہ ان کو امام کہا جاتا ہے لیکن یہ وہ امام ہیں جو جہنم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے تعلق سے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾﴾ (اور ہم نے انہیں امام بنایا ہے جو جہنم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور قیامت کے دن وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے) (القصص:41)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "وهم الطائفة المنصورة": اور یہ جو ہیں طائفۃ منصورۃ بھی ہیں، یعنی یہ وہ گروہ ہے جسے کامیاب کیا گیا ہے (کامیاب گروہ ہے)۔

یعنی شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ اہل سنت والجماعت جو ہیں یہ طائفۃ منصورۃ ہیں جن کی نصرت اللہ تعالیٰ نے کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہیں، سورۃ غافر آیت نمبر 51 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾﴾ (اور یقیناً ہم نصرت کریں گے اپنے رسولوں کی اور وہ جو ایمان لائے ہیں دنیا میں بھی اور جس دن اشہاد کو قائم کیا جائے گا (یعنی قیامت کے دن))۔

"فهم منصورون، والعاقبة لهم": شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی نصرت کی جائے گی اور ان ہی کے لیے جو عاقبت اور کامیابی ہے یہی کامیاب ہوں گے۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: لیکن نصرت سے پہلے یہ لازمی ہے کہ مصیبتیں آئیں گی پریشانیاں ہوں گی اور جہاد بھی ہوگا مجاہدہ بھی کرنا پڑے گا کیونکہ نصر جو ہے اس کے لیے دو چیزیں ہوتی ہیں ایک منصور ہوتا ہے جس کی نصرت کی گئی ہے "ومنصورًا عليه" جس پر نصرت کی گئی ہے غالب اور مغلوب ہوتے ہیں، جب یہ معاملہ ہوا تو اس میں مغالبہ ہوتا ہے دو طرفہ چیز ہوتی ہے دونوں طرف سے مقابلہ ہوتا ہے تو اس کے لیے محنت کی ضرورت ہے مشقت کی ضرورت ہے اور جدوجہد کی ضرورت ہے جیسا کہ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "الحَقُّ مَنصورٌ وَمُمْتَحَنٌ فَلا تَعْجَبْ فَهذي سُنَّةُ الرَّحْمنِ": یہ معروف نونیۃ جو ہے ابن القیم رحمہ اللہ کا کہ حق منصور ہے ہمیشہ حق کی نصرت کی گئی ہے حق ہمیشہ غالب ہے اور آزمایا بھی گیا ہے، جہاں پر حق ہے وہاں پر آزمائش بھی لازمی آئے گی تو آپ تعجب نہ کریں یہ اللہ تعالیٰ کی رحمٰن کی سنت ہے ہمیشہ ایسے ہی رہتا ہے۔

جو حق پر غالب رہتے ہیں ان کو یہ غلبہ مفت نہیں ملتا اس غلبے کو حاصل کرنے کے لیے جدوجہد اور مشقت کی ضرورت پڑتی ہے اور بہت ساری آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: تو آپ کو سستی اور کاہلی سے کام نہیں لینا چاہیے اور آپ سستی اور کاہلی کے شکار نہ ہوں، جب آپ یہ دیکھتے ہیں کہ پہلی مرتبہ آپ کے لیے کوئی بات نہیں بنی آپ کا کام نہیں ہو رہا تو صبر کریں اور بار بار کوشش کرتے رہیں اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اگرچہ آپ کا مذاق بھی اڑایا جائے گا لوگ آپ سے بہت ساری باتیں بھی کریں گے اور جملے بھی کسیں گے کیونکہ دین کے دشمن بہت زیادہ ہیں تو آپ صبر سے کام لیں اور صبر کرتے رہیں، اور آپ کی ہمت جو ہے وہ کمزور نہیں پڑنی چاہیے اگرچہ آپ اپنے آپ کو اکیلا اس میدان میں نہ پائیں اگر آپ اکیلا بھی اپنے آپ کو محسوس کرتے ہیں تب بھی آپ اکیلے ہی جماعت ہیں جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود کے قول میں آیا ہے کہ اگر آپ اکیلے ہیں اور حق پر قائم ہیں تو آپ ثابت قدم رہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں اور یقین رکھیں کہ آپ کی نصرت کی جائے گی چاہے دنیا میں یا آخرت میں۔

یعنی آخرت میں تو حقیقی ہے، دنیا میں اگرچہ آپ غالب ہو جائیں یا نہ ہوں وہ الگ بات ہے لیکن آپ حق پر ثابت ہیں یہی غلبہ آپ کے لیے کافی ہے، بعض اوقات آپ اپنے مخالف سے جیت نہیں سکتے باتوں میں نہیں جیت سکتے اس کو قائل نہیں کر سکتے، یا اگر لڑائی بھی ہوتی ہے یا جنگ یا جہاد بھی ہوتا ہے بعض اوقات آپ پیچھے رہ جاتے ہیں لیکن آپ حق پر قائم ہیں اس نے جو مخالف ہے آپ کا جو دشمن ہے آپ کو ایک انچ بھی حق سے نہیں ہٹا سکا۔

تو پھر غالب کون ہے وہ جس نے آپ کو قتل کیا ہے یا جس نے آپ کو قید میں رکھا ہوا ہے؟ غالب ہے نا دنیا کی طاقت تو ہے اس کے پاس لیکن کیا آپ کے دین کو بدل سکا ہے یا آپ کے منہج کو بدل سکا ہے آپ کے حق کو بدل سکا ہے؟ نہیں! تو غالب کون ہے؟ آپ نے موت کو پریفر (Prefer) کیا ہے آگے کیا ہے اور حق پر قائم رہے ہیں۔

تو اصل دیکھا جائے غالب تو ہے تو دنیا میں بھی وہ غالب اور فاتح ہے اور آخرت میں بھی ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس کے لیے سچا ہے اس کے لیے کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب کرے گا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور جب ہم نصرت کی بات کرتے ہیں غلبے کی بات کرتے ہیں کامیابی کی بات کرتے ہیں تو اس اس سے مراد اس بندے اکیلے کا غلبہ نہیں ہے بلکہ صحیح اور حقیقی جو غلبہ اور کامیابی ہے وہ حق ہے جس کی طرف ہم دعوت دیتے ہیں اگرچہ دنیا میں انسان کو اس دعوت کے میدان میں بعض اوقات ذلت کا شکار بھی ہونا پڑے۔

لوگ تحقیر کرتے ہیں لوگ جملے کستے ہیں، لوگ بہت ساری مصیبتیں کھڑی کر دیتے ہیں رکاوٹیں کھڑی کر دیتے ہیں تو یہ نصر کے منافی ہر گز نہیں ہے یاد رکھیں، آپ اگر ذلت کا شکار ہوئے ہیں لوگوں کی نظروں میں اللہ تعالیٰ نے تو کہا ہے کہ آپ بڑے شرف والے عزت والے ہیں لیکن لوگوں کی نگاہ میں دیکھیں جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو دیکھیں زندگی کا اکثر حصہ کہاں گزرا ہے؟ جیل میں گزرا ہے، تو اُس زمانے کے لوگ کہتے تھے کہ یہ کیا بندہ ہے اس کو سمجھ ہی نہیں آتی کہ روز جیل میں قید ہے روز کوڑے کھا رہا ہے روز اس کو تکلیف ہے!

امام احمد بن حنبل کو دیکھ لیں آپ اس زمانے کے جو معتزلہ تھے جو بھٹکے ہوئے لوگ تھے وہ کیا کہتے تھے؟ یہ بندہ مان لیتا تو کیا ہے فلاں نے مان لیا فلاں نے مان لیا یہ کیوں نہیں مانتا؟! ضدی انسان ہے یہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے یہ فلاں سمجھتا ہے کوڑے روز کوڑے کھاتا رہتا ہے! تو اُس کی نظر میں کیا ہے یہ شخص؟ ذلت کو جھیل رہا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا درجہ ہے اس کا؟!

تو آپ یہ نہ دیکھیں کہ لوگ کیا کہتے ہیں آپ یہ دیکھیں آپ کہاں پر ہیں، حق پر قائم ہیں تو ثابت قدمی کی دعا کریں اللہ تعالیٰ سے اور ثابت قدم رہیں۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: اصل بات یہ ہے کہ جو نصرت کی بات ہو رہی ہے وہ آپ ایک شخص تک محدود نہیں ہے آپ کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ کی دعوت کی طرف اصل بات ہے (تو حق وہ ہے جو آپ کے پاس ہے آپ کا جو دین ہے آپ کی جو

دعوت ہے جس پر آپ قائم ہیں آپ کا جو منہج ہے یہ اصل حق ہے) اگر دنیا میں کوئی ذلت کا سامنا کرنا پڑے تو یہ آپ کی نصرت کے منافی ہر گز نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت بڑی اذیت دی گئی!

دیکھیں انبیاء کو دیکھ لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اٹھا کر دیکھ لیں سب سے زیادہ اذیت کسے ملی ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ لیکن آخر میں جو نتیجہ ہے وہ کیا تھا غلبہ تھا کہ نہیں؟

اور دیکھیں کیسے لوگ پورے جزیرۂ عرب سے فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور مکہ میں بھی سن 8 ہجری کو یعنی جب داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح اور غالب داخل ہوئے، اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی تھی اور غلبہ بھی تھا جبکہ اسی مکہ سے کچھ عرصہ پہلے بہت ڈر کی حالت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکال دیا گیا تھا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ قول: ''الذين قال فيهم النبي صلى الله عليه وسلم: "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الحَقِّ مَنصُورَة، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ ولا مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ"'': یہ الفاظ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ حدیث جو ہے بخاری، مسلم میں موجود متفق علیہ حدیث ہے جیسا کہ مصنف نے بیان کیا ہے اور مختلف صحابہ سے یہ حدیث مروی ہوئی ہے۔

''لَا تَزَالُ'': سے مراد یہ افعال الاستمرار میں سے ہیں، وہ فعل ہیں جن میں ہمیشگی کا معنی پایا جاتا ہے (ہمیشہ) تو یہ چار فعل ہیں: ''فتئ، وانفك، وبرح، وزال''۔

جب ان کے ساتھ نفی یا نفی جیسی چیز شامل ہو جائے یعنی: "ما زال وما برح" نفی کے ساتھ آجائے، یا "لا زال" مثال کے طور پر یا "لا يزالُ" اس طریقے سے نفی کا جب معنی پایا جائے تو یہ ہمیشہ کے لیے معنی اس لفظ کا ہوتا ہے۔

''عَلَى الحَقِّ'': یعنی ہمیشہ حق پر قائم رہیں گے۔

اور یہ طائفۃ منصورۃ جو ہے جس گروہ کی نصرت کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی مدد اس گروہ کو حاصل ہے اور کامیاب گروہ جو ہے یعنی یہ کسی خاص نمبر، تعداد، یا خاص جگہ، یا خاص زمانے میں محصور نہیں ہے (یہ سوال پچھلے درس میں بھی میں نے بیان کیا تھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف بیت المقدس میں جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے، اب شیخ ابن عثیمین کا قول دیکھ لیں آپ یہ طائفۃ منصورۃ جو ہے یہ خاص تعداد میں، خاص جگہ یا خاص زمانے میں محصور نہیں ہے) یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ پر بعض دینی اُمور میں ان کی نصرت کی جائے اور دوسری جگہ پر کوئی اور گروہ کسی اور مسائل میں کامیاب ہو لیکن مجموعی طور پر یہ سارے کے سارے جو ہیں کامیاب ہیں۔

"لَا يَضُرُّهُمْ" فرمایاہے، اور یہ نہیں فرمایا "لا يؤذيهم": اذیت کی نفی نہیں بلکہ نقصان کی نفی ہے ضرر اور اذیت میں فرق ہے (شیخ صاحب یہ بیان کرنا چاہتے ہیں یہ نہیں فرمایا کہ ان کو کوئی اذیت نہیں ہو گی بلکہ یہ فرمایا ہے کہ ان کو کوئی نقصان نہیں ہو گا ضرر نہیں ہو گا اور دونوں میں فرق ہے کیونکہ اذیت تو ہو گی اذیت سے آپ نہیں بچ سکتے لیکن وہ اذیت آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گی اصل بات یہ ہے) اس لیے اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں یہ فرمایا ہے: "يَا عِبَادِي، إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي" ((جیساکہ صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے) اے میرے بندے! تم مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے اگر تم مجھے نقصان پہنچانا چاہو)۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ الاحزاب آیت نمبر 56 میں: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں)۔ (تو یہاں پر اذیت کو ثابت کیا ہے)۔

"وفي الحديث القدسي" (اور پھر حدیث قدسی میں) "يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ" (ابن آدم مجھے اذیت پہنچاتا ہے) "يسُبُّ الدَّهرَ وأنا الدَّهرُ" (زمانے کو گالی دیتا ہے اور میں زمانہ ہوں)۔ (اور یہ متفق علیہ حدیث ہے)۔

تو شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فأثبت الأذى ونفى الضرر": اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے اذیت کو، نفی کی ہے ضرر کو نقصان کو، یہ ممکن ہے کہ آپ یہ دیکھتے ہیں کوئی شخص جو ہے (یعنی نقصان اور اذیت جمع ہو سکتی ہے کہ نہیں؟ جمع ہو سکتی ہے لیکن ایک کی نفی ہے اللہ تعالیٰ کے حق میں نقصان، ضرر نہیں پہنچے گا لیکن اذیت بندے دیتے ہیں؛ اب جو شرک کرتا ہے اذیت ہے کہ نہیں؟ جو کہتے ہیں عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اذیت ہے کہ نہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان ہو رہا ہے اس سے؟ شرک سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان ہو رہا ہے؟ نہیں! اسے نقصان ہے جو شرک کر رہا ہے، الغرض) اب ایک انسان میں دیکھ لیں اذیت بھی ہے لیکن اس میں ضرر نہیں ہے جیسا کہ شیخ صاحب فرماتے ہیں۔

پیاز ہے اب کیا پیاز کی بُو سے اسے نقصان پہنچتا ہے یا اذیت ہوتی ہے؟ اذیت ہوتی ہے۔ نقصان پہنچتا ہے کوئی؟ کوئی نقصان نہیں پہنچتا اِلَّا یہ کہ کسی کو الرجی ہو وہ الگ بات ہے کوئی بیماری ہو اور بیماری کی ہم بات نہیں کر رہے ہم نارمل چیز کی بات کر رہے ہیں، تو عام انسان جو ہے جو تندرست انسان ہے پیاز کی بُو سے تو اسے اذیت ہوتی ہے لیکن اسے نقصان نہیں پہنچتا۔

یعنی یہ جو گروہ ہے جو الطائفۃ المنصورۃ ہے یہ ہمیشہ حق پر قائم رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی نصرت کرے گا کامیاب کرے گا اور جو ان کی مخالفت کریں گے وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے لیکن اذیت؟ اذیت ہو گی۔

دیکھیں حق پر ثابت قدم رہنا کوئی عام بات سمجھتے ہیں آپ کیا؟! تو اذیت تو ہو گی لیکن اذیت جتنی بھی بڑی ہو ان کو نقصان نہیں پہنچے گا، اگر قتل کر دیا جائے تب بھی نقصان نہیں بلکہ جنت اُن کے لیے آسان کر دی ہے (سبحان اللہ) بشر طیکہ حق پر قائم ہوں۔ اہل بدعت ہیں بدعت کے لیے لڑتے ہیں؛ اب دیکھیں خوارج کیا کرتے تھے؟ جو سیدنا علی کا قاتل ہے ابن ملجم جو ہے اس نے کیا کہا؟ سولی پر چڑھا دیا اسے "میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دو میری زبان سب سے آخر میں کاٹنا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنے آپ کو روک نہیں سکتا میں"۔

اللہ کے ذکر سے رُک نہیں سکتا یہ بندہ زبان پر مسلسل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے تسبیح ہے تحمید اور قتل کس کا کیا ہے پتہ ہے؟ اپنے زمانے کا سب سے عظیم مسلمان اپنے زمانے کا سب سے عظیم انسان سیدنا علی!

سیدنا علی سے بہتر کون تھا اس زمانے میں کوئی تھا؟! کوئی نہیں تھا! اب سیدنا علی کا قاتل سولی پر چڑھا دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہے!

یعنی خوارج وہ گروہ ہے جو کہتے ہیں "کبیرہ گناہ کرنے والا مسلمان کافر ہے"؛ کبیرہ گناہ کو کفر سمجھتے ہیں اتنے پکے ہیں!

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "نماز تم پڑھو گے اُن کی نماز کو دیکھو گے اپنی نماز کی تحقیر کرو گے حقارت کی نظر سے دیکھو گے (کہ ہم کیسی نماز پڑھتے ہیں، شدت پسند لوگ ہیں حد سے گزرنے والے ہیں، الغرض) قرآن پڑھیں گے حلق سے نہیں اترے گا"۔

تو قرآن کی تلاوت بھی کریں، اللہ کا ذکر بھی کرتے ہیں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں لیکن ایک حدیث میں آیا ہے (نعوذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "جہنم کے کتے ہیں": یہ بھی الفاظ ہیں!

تو قرآن پڑھنا کافی نہیں ہے، نماز پڑھنا کافی نہیں ہے، اللہ کا ذکر کرنا کافی نہیں ہے، حق پر ثابت قدم رہنا لازمی ہے یہ اصل بات ہے اس لیے دھوکے میں نہ آئیں۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں گروہ کو دیکھو وہ طائفۃ منصورۃ ہے جبکہ اُن کے عقائد دیکھیں اُن کے نظریات دیکھیں اہل الرفض کے یا اہل بدعت اور اہل باطل کے یا خوارج کے منہج پر قائم ہیں تو کیسے ممکن ہے؟! جمع نقیضین ہے نا آپ دو مختلف چیزوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں ممکن نہیں ہے! تو طائفۃ منصورۃ کی جو صفات ہیں بالکل واضح ہیں اور اُن کو کبھی ہر گز نقصان نہیں ہو گا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ": اس میں ایک اشکال ہے اشکال یہ ہے کہ یہ صحیح حدیث میں ثابت ہوا ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک زمین پر اللہ اللہ کا نام لیا جائے گا اور اللہ اللہ کہا جائے گا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں

آیا ہے؛یعنی جب تک کہ اسلام کا مکمل طور پر خاتمہ نہیں ہوتااور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا کوئی شخص باقی نہیں رہتاتب تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔

توپھر کیسے اس اشکال کا جواب ہے؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں: علماء نے اس کے یہ دو جواب دیئے ہیں:

(۱) اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ جب قیامت قریب آئے گی تب کی بات ہے اور بعض اوقات کسی چیز کی تعبیر اس کے قرب ہونے سے بھی کی جاتی ہے،یعنی اس کی نصرت کی جائے گی جب یہ مر جائیں گے،جب ان کا خاتمہ ہوگا تو قیامت بہت قریب ہو گی۔

(۲) یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں دوسرا قول یہ ہے علماء کا کہ اس سے مراد اُن کی اپنی گھڑی،یعنی اُن کا اپنی وفات جو ہے۔

لیکن صحیح قول جو ہے وہ پہلا ہے "حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ"(یعنی قیامت کے قریب)اور یہ ظاہر حدیث ہے؛اور یہ نصرت جو ہے یہ دنیا کے آخری وقت تک رہے گی اور یہ ایک گروہ رہے گا حق پر قائم جب تک کہ قیامت قائم نہیں ہوتی۔

یعنی جب تک یہ خود ختم نہیں ہوجاتے مر نہیں جاتے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک ہوا آئے گی اور مومنوں کی روح قبض کر لے گی یعنی سارے کے سارے مومن ایک ہی وقت میں ختم ہو جائیں گے،جب اس زمین پر ایک بھی مسلمان مومن نہیں باقی رہے گا تب قیامت قائم ہوگی اس سے مراد یہ ہے۔

تو اس سے مراد شیخ صاحب فرماتے ہیں:"قرب قيام الساعة. والله أعلم"۔

اور پھر آخر میں دعا پڑھتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ،اس عظیم کتاب کا جو ہے اختتام ہو گیا ہے اور دعا میں ہم بھی دعا کرتے ہیں ساتھ:"فنسأل الله أن يجعلنا منهم"(ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اُن ہی میں شامل کردے یہ تمام جن کا ذکر کیا ہے(اب اہل سنت والجماعت جو ہیں اور تمام جن کا ذکر کیا گیا ہے جس میں فرقۃ الناجیۃ ہے تہتّر فرقوں میں سے جس کا ذکر کیا ہے،پھر صدیقین،شہداء صالحین،پھر جو ہیں ابدال ہیں،پھر طائفۃ منصورۃ جو ہیں یہ تمام ان میں سے))"وأن لا يزيغ قلوبنا بعد إذ هدانا (آمين يا ربّ العالمين)، وأن يهب لنا من لدنه رحمة، إنه هو الوهاب (آمين يا ربّ العالمين) ، والله أعلم، وصلى الله على محمد وآله وصحبه وسلم تسليمًا كثيرًا"۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس عظیم دعا سے مصنف رحمہ اللہ نے اس پیارے رسالے کا اختتام کیا ہے جو بہت ہی کم الفاظوں پر مشتمل ہے اور بہت کی کثیر معنی ہیں اور عظیم معنی ہیں،اور یہ رسالہ جو ہے یہ کتابچہ جو ہے یہ کتاب جو ہے یہ تصنیف جو

ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی یہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کا خلاصہ ہے (سمری ہے) اور بہت سارے عظیم فوائد ہیں طالب علم کو چاہیے کہ انہیں اچھی طرح یاد کرلے۔

"والحمد لله رب العالمين على الإتمام" (اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے کہ اس رسالے کو اور شرح کو بھی تمام کیا ہے (اور ہم بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو توفیق دی ہے کہ ہم سب نے مل کر اس رسالے کو پڑھا ہے اور اس کی شرح پڑھی ہے (الحمدللہ)) "ونسأل الله أن يتم ذلك بالقبول والثواب (آمين يا ربّ العالمين) وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين"۔

اور آخر میں اس کتاب کی جو تاریخ لکھی ہوئی ہے آپ کے پاس جو نسخہ ہے اس کا مراجعہ خود شیخ صاحب نے کیا ہے (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے) اور فرمایا ہے کہ اس میں جو ضرورت کی چیزیں ہیں وہ شامل کی گئی ہیں اور بعض چیزوں کو حذف بھی کیا ہے کیونکہ اس کی ضرورت نہیں تھی، اور جمعہ کے دن 17 شعبان 1414ھ میں، اور پھر مزید اس کا جو مراجعہ ہے جو بعض اضافات کی گئی ہیں اس کتاب میں جمعرات کی شام کو 27 صفر 1415ھ میں۔

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس شرح کا جو ہے خود مراجعہ بھی کیا ہے یعنی اس کو نشر نہیں کیا بلکہ اکثر آڈیو دروس ہیں شیخ صاحب کے ان کو لکھا گیا ہے، لکھنے کے بعد پھر مراجعہ بھی ہوا ہے، تو شیخ صاحب نے خود اس کا مراجعہ بھی کیا ہے اور اس کی تصدیق بھی کی ہے (واللہ أعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (119.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio